P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲	۱۵ فروری سنہ ۱۹۵۳ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۲ ہجری	نمبر ۴

کچھ اپنی باتیں

منزل کے قریب

اترپردیش میں علاقائی زبان کی تحریک اپنی منزل کے قریب پہنچ گئی ہے۔ ۲۸ فروری کو دستخطوں کے حاصل کرنے کا کام بند ہو جائیگا اور پھر انجمن کا وفد صدر جمہوریہ سے حاضر ہو کر اپنی عرضداشت پیش کرنے کی اجازت مانگے گا۔ اس وقت بڑا کام حاصل کردہ دستخطوں کی جانچ اور ترتیب کا ہے جو لکھنو کی عارضی کمیٹی کے دفتر میں کیا جا رہا ہے۔

علاقائی تحریک کے دوران میں اس قسم کی تنظیم کے متعلق جو تجربے حاصل ہوئے ہیں وہ بہت قیمتی ہیں اور وہ آئندہ ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہونگے۔ ہزارہا کارگزار ہمیں ایسے مل گئے ہیں جنکے خلوص پر ہمیں بھروسہ ہے اور جو اردو زبان کی اشاعت و ترویج کے کام میں بہت موثر اور مفید ثابت ہوئے ہیں۔

علاقائی تحریک کی منزل کے قریب اگر

ہمیں یہہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ ہمارا کام ختم ہوگیا بیشک دستخطوں کی تحریک کو ہم نے بڑی حد تک کامیابی کے ساتھہ ختم کر لیا ہے۔ لیکن اگر ہماری اس جد و جہد کے بعد اترپردیش میں اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کر لیا گیا تب بھی بہت سا ضروری اور بنیادی کام باقی رہتا ہے جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے یہہ سمجھہ لینا کہ علاقائی زبان کو تسلیم کرا لینے کے بعد اردو زبان کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے سخت غلطی اور کم نظری ہوگی۔ کوئی زبان محض حکومت کے احکام کے زور پر نہیں چلسکتی جب تک کہ خود اس زبان کے حامی اسکی اشاعت اور ترویج کی مسلسل اور پے درپے کوشش نہ کرتے رہیں بنیادی اور ٹھوس کام یہی ہے اور یہہ کام زیادہ قوت سے اردو زبان کے لئے کرنا ہے۔

یہہ تو ظاہر ہے کہ ہندی اب سرکاری زبان ہے اور اس لئے تعلیمی تنظیم میں اردو کو زیادہ آسانیاں میسر نہیں آسکتیں اس لئے اردو کے حامیوں کو اب اس کام کے لئے منظم ہونا ہوگا کہ وہ ان لوگوں کے بچوں کے لئے جنکی مادری زبان اردو ہے اردو کے مدارس اور مکتب

قایم کریں اور ان پڑھ بالغوں کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں اردو کی تعلیم دلانے کا انتظام کریں۔ زبان ایک ایسا دریا ہے کہ اسمیں اگر چشموں اور سوتوں کا پانی گرتا رہے تو وہ بہتا رہتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ خشک ہوجاتا ہے۔ ہماری زبان کی پوری حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ اسکے پڑھنے اور لکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے اور یہہ اضافہ بغیر اسکے نہیں ہوسکتا کہ خود ہماری ایک تنظیم ہروقت باعمل رہے اور ہم اردو کے مدرسوں اور مکتبوں اور کتب خانوں اور دارالمطالعوں کا ایک جال تمام ملک میں بچھا دیں۔ علاقائی تحریک کامیاب بھی ہوجائے تب بھی یہہ سب کام ہمیں کرنا ہے اور علاقائی تحریک کا ایک بڑا فائدہ یہہ ہوا ہے کہ اس کام کے لئے ہمیں کام کرنے والے مل گئے ہیں اور اب ایک تنظیم کا قائم کرنا ۔۔ خصوصاً اترپردیش میں ۔۔ ہمارے لئے آسان ہوگیا ہے اپنی اس تحریک سے ایک بہت بڑا فائدہ ہم حاصل کرسکتے ہیں اور اب جبکہ علاقائی تحریک اپنی منزل سے قریب آگئی ہے ہمیں اگلی منزل کے تصورات کو سامنے رکھکر اس تنظیم کو جو پیدا ہوگئی ہے زیادہ مضبوط کرنا ہے۔ علاقائی تحریک کے کارکن اور مرکزی انجمن کی شاخیں اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کردیں اور اسی بات کو یاد رکھیں کہ اگر ایک دفعہ آنکھہ جھپک جائے یا ہم اس خیال سے دھوکہ کھا ہیں کہ ہم نے اپنا کام ختم کرلیا تو زمانہ کا قافلہ آگے بڑھ جاتا ہے اور ہم پیچھے رہ جاتے ہیں۔

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

ہندستانی ہندی سبھا حیدرآباد

حیدرآباد میں اس سبھا نے اردو زبان کی "ہندستانی" شکل کو رائج کرنے کی جو قابل تحسین جدوجہد کی ہے اسکو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ حال ہی میں سبھا نے جو سپاسنامہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم کی خدمت میں پیش کیا تھا اسکے حسب ذیل اقتباسات سے سبھا کی اس جدوجہد کا ایک عکس نظر کے سامنے آجاتا ہے۔

ہندستانی پرچار سبھا کے نام سے یہہ سبھا حیدرآباد میں پولیس ایکشن کے فوراً بعد ۱۹۴۸ ع میں قایم ہوئی۔ جب دستور ہند کے اندر ہندستانی کے روپ میں ہندی کو بھارت کی سرکاری زبان مان لیا گیا۔ تب ایک کانفرنس میں اس سبھا کو ہندستانی ہندی سبھا کے نام سے بدل دیا گیا۔ اور تب سے یہہ سبھا مہاتما گاندھی کے اصولوں کو مانتے ہوئے اور دستور ہند کی حرف بحرف پابندی کرتے ہوئے خاص کر اس کے دفعہ (۳۵۱) پر کامیابی کے ساتھہ عمل کر رہی ہے۔

ہندستان کی ضروریات اور حیدرآباد کی روایات کے مطابق یہاں پر اس سبھا کو پھولنے پھلنے کی وہ گنجائش ہے جو ہندستان بھر میں کسی اور علاقے کو حاصل نہیں ہے لکھنؤ سے دلی تک کے علاقے میں بھی یہہ چیز موجود ہے مگر حالات نے کچھہ ایسی کروٹ لی کہ انسانوں کی خود غرضی اور سماج کی تنگ نظری کی وجہہ سے یہہ کام وہاں نہ ہوسکا قدرت کا قانون ہے کہ جہاں بیماری سب سے زیادہ زور پکڑتی ہے اسی سرزمین میں اس بیماری کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینکنے والی جڑی بوٹی اگ آتی ہے، جو بالکل معمولی ہوتے ہوئے بھی غیر معمولی کام کرجاتی ہے۔ حیدرآباد پر بات پوری طرح لاگو ہوتی ہے۔

اس سبھا نے حیدرآباد کی مخالف آب ہوا میں وہ کام کیا جس کا اندازہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ ریاست کے کونے کونے میں قریب ستر (۷۰) سنٹر قایم ہوچکے ہیں، ودیا بھوشن، ودیا دھر، ودیا ور، ودیا کر، ودیا ساگر تک سبھا ہندی میں امتحان چلاتی ہے میٹرک تک چار بار امتحان ہوچکے ہیں، جن میں قریب چار ہزار ودیارتھی شریک اور کامیاب رہے اسی مارچ میں ایف۔اے کا

امتحان ہونے جا رہا ہے۔ اگلے ہی سال ودیا ساگر (بی-اے) کا امتحان کر کے دکھن دیس کی یونیورسٹیوں کے سامنے ایک نمونہ رکھا جائیگا۔ سبھا نے قریب ایک ہزار صفحوں کی کتابیں چھاپ دی ہیں۔ کتابیں جو دیس کے کسی بھی کونے میں چل سکیں۔ خیال جو لیڈروں کو اچھے لگیں۔ زبان جو عوام کی سمجھ اور پسند کے دائرے میں ہو، معیار جو تعلیم کے بنیادی اصولوں اور عکمۂ تعلیمات کے قواعد کے مطابق ہو۔ مادھو منت کی بانی پر کتاب ہے تو انقلابی شاعروں کا مسالہ بھی ہے، پیداوار بڑھاؤ پر کتاب ہے تو دستور ہند کی قانونی زبان کو بھی سیدھی سادی زبان میں پیش کیا گیا ہے اور انہیں سبھا کے امتحانوں کے کورس میں رکھا گیا ہے۔ ہمارے ہندی کے امتحانوں میں خالص لٹریچر کو لیکر لوگوں کو ایک طرفہ خیال کے بنانے کی غلطی نہ کر کے اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات، فلاسفی سب کو تھوڑی تھوڑی سی لیکر آسان لٹریچر تیار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حیدرآباد کی ضروریات کے لحاظ سے یہاں کی مقامی زبانوں سے غیر زبان والوں کو مانوس کرنا بھی ایک اہم کام ہے۔ اس سال سبھا نے یہہ کام بھی اٹھایا ہے اور تلنگی جیسی مشکل زبان کو مسلمان، پارسی مرد عورتوں کو حیرت انگیز آسانی کے ساتھہ سکھایا جا رہا ہے اس کوشش کے سلسلے میں دو بڑے کام اور بن گئے۔ خوبصورت اور سندر حروف بنانا اور تعلیم بالغان کا مسئلہ حل کرنا جو سہولتیں ملنے پر کامیابی کے ساتھہ عوامی پیمانے پر چلائے جا سکتے ہیں۔

سبھا کا کام ہندی بھاشا کے ذریعہ ہندستانی اسپرٹ کا پھیلانا ہے جو باپو جی باپو اور دستور ہند کا منشا ہے۔ ہندستانی اسپرٹ کا یہاں مطلب ہے دیس کی ایکتا اور اس کی ترقی کے لئے (اتحاد و ترقی کے لئے) سینکڑوں ہزاروں برسوں سے دیس کے اندر جو پرانی چیزیں چلتی آئی ہیں اور جو نئی چیزیں بنتی جا رہی ہیں، ان سب کو ساتھہ لیکر ساری جنتا کو ایک ساتھہ اونچا اٹھانا ہے۔

گذشتہ سال سبھا نے ایک کانفرنس کی جس میں آنریبل مرارجی دیسائی، ڈاکٹر سید محمود، پنڈت سندر لال اور جوش ملیح آبادی شریک تھے۔ اس کانفرنس کی کامیابی بھی دیس میں اپنی مثال آپ تھی۔

شریمان آر-آر دیواکر وزیر اطلاعات ہند وقت نے سبھا میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا اس جلسہ میں اتنے قسم کے لوگوں کو ایک ساتھہ دیکھکر میرا دل امڈ رہا ہے، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر علی گڈھ یونیورسٹی نے جو کہ ملک کے بہترین ماہر تعلیم مانے جاتے ہیں سبھا کی تعلیمی پالیسی، زبان کی خوبی اور کام کے سلیقہ کی اپنی لمبی تقریر میں برابر تعریف کرتے رہے۔

سبھا کے اگلے سال کے پروگرام میں ایکسو سینٹر کا کھولنا۔ دو سو گریجویٹ ودیا ساگر پانسو انڈر گریجویٹ ودیا کر ایک ہزار میٹرک ودیادر اور دس ہزار بالغان کی تعلیم شامل ہے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار صفحوں کی کتابوں کی چھپائی، ایک اخبار اور پریس کا چلانا شامل ہے۔

اخراجات کے لئے پچاس ہزار غیر متوالی اور پچیس ہزار متوالی امداد کی ضرورت ہے۔ بقیہ اخراجات میں کتابوں کی آمدنی سے نئی کتابوں کی چھپائی اور امتحانوں کی فیس سے سنٹروں کے دفتروں اور استادوں کے اخراجات پورے ہو سکیں گے۔

حضرت مولانا آزاد کی قلمی رائے جو سبھا نے اپنی رپورٹ کے سرورق پر شائع کی ہے حسب ذیل ہے۔

"میں نے تفصیل کے ساتھہ معلوم کیا کہ ہندستانی پرچار سبھا کس طرح اپنے کام کو چلا رہی ہے مجھے یہہ دیکھکر خوشی

ہوئی کہ اس کا مقصد صحیح ہے اور ڈھنگ اور طریقہ بھی صحیح اختیار کیا ہے ہمیں امید ہے کہ یہہ کام اور زیادہ ترقی کریگا"
ہم سبھا کے سکریٹری آر وکیٹ رڈ صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے بہت محنت اور خلوص کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھایا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اس قسم کی کوششیں ہمارے ملک میں زبان کے مسئلہ کو جو بہت الجھا دیا گیا ہے سلجھانے والی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہمارے ملک میں ہر جگہ اس قسم کے ادارے زبان کے مسئلہ میں ایسے افسوسناک تعصبات کا موثر طریقہ پر مقابلہ کرسکیں گے جیسے کہ خاص طور پر ہمارے اتر پردیش میں نمایاں ہوئے ہیں۔

ہلکے ہلکے اشارے

---نئی دہلی ۲۸ جنوری - کل صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے رقص و موسیقی کے جس ادارے کا افتتاح کیا تھا اس کے بارے میں مولانا آزاد نے کہا کہ اس کا نام اکاڈمی اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ہندی کا کوئی مناسب لفظ نہیں مل سکا ہے اس لئے اکاڈمی کے لفظ ہی کو اختیار کرلیا گیا اور اس کا تلفظ ہندستانی طرز کا کردیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ جس طرح کالج، اسکول پارلیمنٹ، ہندستانی زبان میں لے لئے گئے ہیں اسی طرح اکاڈمی جو اصل میں یونانی لفظ ہے ہندستانی بنا لیا گیا ہے۔

---بس ابھی تو خرابی ہے کہ اگر باہر کے شبد اس طرح اندر لائے گئے تو راشٹر بھاشا کی "پاکی" پر حرف آتا ہے - بہتر ہے ہٹ کر باہر والے بھروانے لفظ کیوں نہ ڈھونڈے جائیں!!---
ہم تو اب بالکل ٹنڈن جی کے خطوط پر سوچنے لگے ہیں!

---معاصر "الفاروق" کامٹی لکھتا ہے کہ:-
"گذشتہ دو تین ماہ میں جو نئے رسالے منصۂ شہود پر آئے ہیں آج ہم ان میں سے چند کا حوالہ ذکر کرنا چاہتے ہیں مگر اس کے پہلے ایک افسوسناک خبر بھی سنا

دینا مناسب سمجھتے ہیں - اور وہ یہہ ہے کہ بھارت کی مرکزی انجمن ترقی اردو کا ترجمان "ہماری زبان" بند ہو رہا ہے - اس کے جنرل سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب نے اعلان کیا ہے کہ اگر ہماری زبان کی توسیع اشاعت کی کوشش نہ کی گئی تو اسے آخر مارچ ۱۹۵۳ ع سے بند کردیا جائے گا - وہ کہتے ہیں کہ اس کی اشاعت سے انجمن کو کافی مالی نقصان ہو رہا ہے - یہہ ایک پندرہ روزہ اخبار ہے اور اس کا سالانہ چندہ صرف دو روپے ہے لسانی تحریکات اور خصوصاً اردو ادب کا پاسبان اور نقیب ہے - کاش اردو کے بہی خواہوں کو اس کی خاموش علمی اور ادبی خدمات کا صحیح اندازہ ہوتا اور وہ اس کو بند ہونے سے بچا لیتے - اگر انجمن کی صوبائی شاخیں جو بہار یوپی، دہلی، مدھیہ پردیش، اور حیدرآباد میں قائم ہیں - اس کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوجائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ماہ دو ماہ کے عرصہ میں اس کی اشاعت دگنی نہ ہوجائے۔ مدھیہ پردیش کی شاخ اس مہم کو شروع کرنے اور اس غریب صوبے سے جو اردو دوستوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا پانچ سو خریدار دینے کو تیار ہے - بشرطیکہ دوسری ریاستوں کی شاخیں بھی اس مہم کو شروع کریں - کیوں کہ صرف مدھیہ پردیش اس کشتی کو ڈوبنے سے نہ بچا سکے گا"۔
---مدھیہ پردیش ایک مثال قایم کرسے تو شاید دوسرے صوبے بھی اسکی تقلید کرسکیں -

---

---اخبار "اجیت" جالندھر لکھتا ہے کہ:-
"اردو ایک زبان ہے اور زبان بھی زندہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس زبان کو مسلمانوں نے زیادہ اپنایا اسکی دو وجوہات تہیں اس لئے کہ اردو کی ایک رسم الخط رکھا گیا تھا اور دوسرے یہہ کہ اس زبان نے مسلمانوں کے دور حکومت میں جنم لیا لیکن اس کا یہہ مطلب نہیں کہ یہہ مسلمانوں کی زبان ہے ضرورت ایجاد

کی ماں ہوتی ہے اُردو کا جنم ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کرتا تھا ہندی اور پنجابی بہت بعد کی زبانیں تھیں اسلئے ہندستان کے لئے ایک ایسی زبان کی ضرورت تھی جسے تمام ہندو اور مسلمان سمجھ سکیں اور جسے صحیح معنوں میں ہندستانی کہا جاسکے اور یہ جگہ اُردو نے لے لی۔ فرقہ پرستی کا اس قدر زور ہے کہ ہم اُردو کے لئے آواز بلند نہیں کرسکتے کہ اسے لازمی قرار دیا جائے اور اسے سکولوں میں رائج کیا جائے اور بڑے درجوں میں اسے پڑھایا جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ اُردو دانوں نے اجتماعی طور پر اس کی حوصلہ شکنی کی ہے نہ صرف ہر پنجابی بلکہ ہر ہندستانی کا فرض ہے کہ وہ اس کی بقا کے لئے کوشش کرتا رہے۔"

—— ایک خبر ہے کہ:۔

شری کندن لال نے نوا پیلی بھیتی نے رامائن کا اُردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے ادیبوں اور شعرا کی ایک مخصوص صحبت میں اس منظوم رامائن کے کچھ منظر پڑھکر سنائے جنہیں بہت پسند کیا گیا۔

ترجمہ میں تمام مناظر کو اتنی کامیابی سے نظم کیا گیا ہے کہ اس سے تلسی کرت رامائن کی صحیح ترجمانی ہوجاتی ہے۔

—— شری کندن لال جی نے ناحق یہ زحمت گوارا کی۔ تعجب نہیں جو یہ کہا جائے کہ ایک "غیر ملکی" زبان کی نظم میں رامائن کا ترجمہ ایک "اینٹی نیشنل" حرکت ہے!!

—— سنتوش چندر کالج بلیا کے طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے ٹنڈن جی نے فرمایا۔

"ایک طرف تو ہندی کو قومی زبان کا درجہ دیا جاتا ہے اور دوسری طرف یونیورسٹیوں اور سکریٹریٹ سے اسے پندرہ سال کے لئے خارج کردیا جاتا ہے۔ مجھے افسوس اور رنج ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن بھی یہ فرما رہے ہیں کہ "یونیورسٹی میں انگریزی زبان کے ذریعہ تعلیم دی جائے۔

مگر معاملہ صرف ڈاکٹر رادھا کرشنن تک ہی ختم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ:۔

میرے لئے ہندی کا مسئلہ ایک قومی مسئلہ ہے میں نے اس کے لئے بہت جدوجہد کی ہے اور بہت سی لڑائیاں لڑی ہیں۔ میری سمجھ میں اس سلسلہ میں کچھ ریاستوں کی پالیسی بالکل نہیں آئی جنہوں نے انگریزی کی کبھی مخالفت نہیں کی جو ذریعہ تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ غلامی کی ایک نشانی ہے۔ لیکن آج ہندی کی مخالفت کی جارہی ہے جس کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہوچکا ہے۔

——مگر معاملہ یہاں تک بھی ختم نہیں ہوتا۔ غزل کا مقطع آگے آتا ہے۔ یعنی "جب میں نے دیکھا کہ اُردو کو علاقائی زبان بنانے کے لئے ایک سازش اور تحریک شروع کی گئی ہے اور اس میں کچھ مرکز کے وزراء کا بھی ہاتھ ہے تو میرا یہ اولین فرض ہوگیا کہ اس تحریک کی مخالفت کروں اور اس کی اصل صورت لوگوں کے سامنے پیش کروں۔ اس لئے مجھے پارلیمنٹ کا ممبر بننا پڑا۔ یہ تحریک اب بھی چل رہی ہے اور ہمارے وزیر اعظم نے ہندی جاننے والوں پر جس طرح حملہ کیا ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ ہم دوسروں پر ہندی کو مسلط نہیں کر رہے ہیں لیکن اُردو کو ہم پر مسلط کیا جارہا ہے۔"

اب سمجھ لیجئے کہ یہ ساری تمہید کس بات کی تھی۔ محترم ٹنڈن جی کا قلب ہندی کی حمایت کے لئے اتنا بےچین نہیں جتنا اردو کی تخریب کے لئے! اب کی دفعہ اس لپیٹ میں وزیر اعظم اور مرکزی حکومت کے وزرا بھی آگئے اور علاقائی تحریک ایک بڑی اونچی "سازش" قرار پائی!!

—— اور کچھ ہو یا نہ ہو یہ بھی کیا کم ہے کہ ٹنڈن جی کی مہربانی سے ہمیں ہلکے ہلکے اشاروں کے مزاحیہ کالم کے لئے کچھ مواد مل جاتا ہے!!

رپورٹ سالانہ جلسہ انجمن ترقی اردو ہند

انجمن ترقی آردو ہند کا سالانہ جلسہ زیر صدارت جناب قاضی عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی آردو (ہند) ٹاؤن ہال میونسپلٹی دہلی میں ۴ جنوری سنہ ۱۹۵۳ ع کی شام کو چار بجے منعقد ہوا۔ اس میں ممبران انجمن اور مقامی شعراء ادبا کے علاوہ جناب شعیب قریشی صاحب ہائی کمشنر پاکستان، جناب شفیق الرحمن صاحب قدوائی وزیر تعلیم صوبہ دہلی، نواب مجمل حسین خان ممبر پارلیمنٹ، بیگم انیس قدوائی، لالہ شام ناتھ صاحب پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی نے شرکت فرمائی۔ جلسہ شروع ہونے سے قبل ممبران انتظامیہ کمیٹی نے تجاویز پیش کیں۔ جناب محمد اجمل خان نے تجویز پیش کی انجمن ترقی آردو ہند شاخ دہلی بطور خود اپنی شاخیں تمام صوبہ دہلی میں قائم کرے اور ان شاخوں کے نمائندے صوبائی انجمن کی ورکنگ کمیٹی میں شامل کئے جائیں اس سلسلے میں ممبر سازی کی جانب خاص توجہ دی جائے اس کی تائید دینا ناتھ مست کاشمیری صاحب نے کرتے ہوئے کہا کہ انجمن شاخ دہلی کی انتظامیہ کمیٹی کو کام ذرا چستی سے کرنا چاہئے۔ آردو جس نازک دور سے گذر رہی ہے اس کا اقتضا ہے کہ ہم اس کو زندہ رکھنے اور ترقی دینے کے لئے بجائے باتیں بنانے کے عملی کام کریں۔ انجمن کے زیادہ سے زیادہ ممبر بنائیں اور ہر محلے میں آردو کے مکتب اور لائبریری قائم کریں۔

دوسری تجویز جگن ناتھ آزاد صاحب نے پیش کی انجمن ترقی اردو دہلی کی جانب سے اسی مقصد کے لئے پمفلٹ شائع کئے جائیں تاکہ اردو کی اہمیت صحیح معنوں میں سمجھائی جاسکے یہ پمفلٹ لکھوانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے اس کی تائید بشیشور پرشاد منور لکھنؤی نے کرتے ہوئے کہا کہ عوام میں آردو کا ذوق پھیلانے کے لئے یہ کام بہت ضروری ہے۔ آردو ہماری قومی زبان ہے ہم کو اپنے اس ورثے کی ترقی اور حفاظت کے لئے بہت تن دہی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ظفر ادیب صاحب نے تجویز پیش کی کہ انجمن ترقی آردو دہلی کو اپنا پریس قائم کرنا چاہئے جس کے عام حصے دس روپے اور خاص حصے سو روپے میں فروخت کئے جائیں تاکہ انجمن شاخ دہلی اپنے اخراجات کی خود متحمل ہوسکے اور آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہو جائے اور انجمن تصنیف و تالیف کا کام اطمینان سے کرسکے اس کی تائید نواب حلیم جنگ نے کرتے ہوئے کہا ہمیں ادھر ادھر سے چندے مانگ کر اور حکومت کی امداد سے فی الحال اپنے کاموں کو چلانا پڑتا ہے اس طرح کوئی ریڈنگ روم یا اسکول کس طرح چلایا جاسکتا ہے جب تک کہ آمدنی کی کوئی مستقل صورت نہ ہو پریس اپنا لینے کے لئے ہمیں جلدی سے جلدی کام کرنا چاہئے تاکہ ہماری شاخ کسی کی محتاج نہ رہے اور اپنا بار خود اٹھا سکے۔ تجاویز کے بعد حضرت علامہ کیفی صدر انجمن ترقی آردو ہند شاخ دہلی نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا ہندوستان کی کہاوت ہے "سانچ کو آنچ نہیں" یعنی دنیا کی کوئی چیز سچ کو ضرر نہیں پہونچا سکتی آج میں بھی ایک سچ بات کہنا چاہتا ہوں. خوف ہے کہ اس جلسے میں تو نہیں لیکن اس کے باہر وہ بات بعض لوگوں کو کڑوی معلوم ہو۔ ابھی کچھ دن ہوئے بنارس میں کانگرس والوں کی ایک پولیٹیکل کانفرنس ہوئی جس میں ایک تجویز کی رو سے آردو والوں کی اس کوشش کو جو وہ دفعہ ۳۴۷ دستور ہند کے تحت آردو کو علاقائی زبان قرار دلانے کی کارروائی کر رہے ہیں فرقہ وارانہ ملکی ابتری ٹھہرایا۔ اس کو کہتے ہیں الٹی گنگا بہانا۔ جو کام نہایت امن کے ساتھ آئین کے تحت ہو رہا ہے اس کو فرقہ واری ورجانے کیا کیا الزام دیئے جاتے ہیں ابھی جو شورش لسانی صوبہ آندھرا کے متعلق مدراس کے کئی

ضلعوں میں ہوئی جس میں پبلک ملکیت کا کثیر کروڑ کا نقصان ہوا اس باغیانہ فساد کے خلاف کسی سبھا یا کانفرنس کے لیڈروں کی آواز ابھی تک سننے میں نہیں آئی۔ اردو والوں نے ہندی یا صوبائی زبان کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ مہاتما جی نے اگرچہ یہہ کہا تھا کہ ہندوستانی ہندی اور اردو رسم خط میں ملکی زبان ہوگی لیکن دستور ساز اسمبلی نے صرف ہندی کو دیوناگری رسم خط میں ملکی زبان قرار دے دیا۔ مگر اردو والوں نے اس پر بھی ہندی کی مخالفت نہیں کی۔ ہم صرف یہہ چاہتے ہیں کہ اردو کو آئین کے تحت علاقائی زبان تسلیم کر لیا جائے۔ اردو کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں اس کے پودے کو ہندو مسلمان کے باہمی اتحاد رواداری نے سینچا ہے اس کا سایہ ہمیشہ ملک پر قائم رہے گا آخر میں علامہ نے ایک طویل نظم پڑھی جس کے آخری دو شعر یہہ ہیں۔

اردو نہ مٹ سکے گی کسی کے مٹانے سے
یہہ نقش کالحجر ہے سنو غور سے ذرا
اردو کا ہے یہہ قول اسے یاد رکھیں آپ
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

علامہ کیفی کی تقریر کے بعد جناب منور لکھنوی نے اردو پر ایک نظم ارشاد فرمائی راجندر ناتھ شیدا صاحب نے اردو کی اہمیت پر ایک مدلل تقریر کی۔ رعنا جگن صاحب نے اردو پر رباعیات سنائیں جگن ناتھ آزاد صاحب نے اپنی ایک طویل پرانی نظم اردو سنائی جس میں تمام ہندو ادبا و شعرا کا ذکر بڑے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ تلوک چند محروم صاحب نے ایک قطعہ پڑھا اور اس کے بعد صدر جلسہ نے تقریر فرمائی۔ (یہہ تقریر گذشتہ اشاعت میں شایع ہو چکی ہے)۔

حمید سلطان جنرل سیکریٹری شاخ دہلی

نے سالانہ رپورٹ میں کہا "کوئی ٹھوس کام یوں ظاہری شان و شوکت دکھانے یا سال میں ایک مرتبہ جلسہ کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ مرکزی انجمن پر اکثر اصحاب نکتہ چینی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس ڈھنگ سے کام کرنا چاہیئے وہ نہیں کر رہی ہے یہی اعتراض ہماری شاخ پر بھی عائد کیا جا سکتا ہے لیکن معترض حضرات کو یہہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی بڑا کام محض چند افراد کی کوشش یا سیکریٹری کی دوڑ دھوپ سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تحریک کو چلانے والی پوری جماعت ذمےداری سے کام نہ کرے۔ جب کہ ہماری شاخ کی انتظامیہ کمیٹی کا یہہ حال ہے کہ اس کے اکثر ممبران کام کرنا تو دوسری چیز ہے کمیٹی میٹنگ میں شرکت کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے پھر میں تنہا کام کیسے کر سکتی ہوں مجھے یہہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ ابھی ہماری شاخ کے ممبر پورے سو بھی نہیں ہیں اور یہہ ہمارے اکثر ممبروں کی لاپروائی کا نتیجہ ہے۔ اور کاموں کا بھی یہی حال ہے۔ اس عالم میں بیچارگی میں دلی شاخ کتنے دن چل سکے گی کیا یہہ افسوس کی بات نہیں کہ ابھی تک ہمارے پاس باقاعدہ آفس ہے نہ لائبریری کیونکہ اتنا سرمایہ ہم فراہم نہیں کر سکے کہ یہہ کام کر سکیں۔

یہہ بات غور طلب ہے کہ اردو کی ترقی کے لئے خود وہ لوگ جو اردو کے شاعر اور ادیب ہیں کیا کام کر رہے ہیں اگر اردو ہی ختم ہو جائیگی تو پھر ان کے ادبی کاموں کی اس ملک میں کیا وقعت ہو سکے گی شاید یہہ سوچنے کی زحمت وہ گوارہ نہیں کرتے۔ کوئی تحریک بھی محض خیرا تیوں، چندوں اور حکومت کی امداد کے بل بوتے

پر نہیں چل سکتی جب تک اس کی اپنی مستقل آمدنی نہ ہو۔ یہ آمدنی کس طرح ہو سکتی ہے جب تک ہم سب مل کر کام نہ کریں۔ میں ایک سال سے برابر اس کی کوشش کر رہی ہوں کہ شاخ دہلی کی جانب سے شعرائے دلی کا ہفتہ ہم منا سکیں اور اس میں تمام ملک کے اچھے لکھنے والوں کو جمع کریں مگر یہ تجویز تا حال اس لئے زیر غور ہے کہ اس پروگرام کو بڑے پیمانے پر کرنے کے لئے جس قدر روپے کی ضرورت ہے وہ میں ابھی تک فراہم نہیں کر سکی اور انتظامیہ کمیٹی کے با اثر حضرات محض مجھے صلاح مشورہ دیتے ہیں خود کچھ کرنا نہیں چاہتے یہ کسی کی شکایت نہیں حقیقت ہے اور میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ واقعی مجھے کام نہ کر سکنے کا افسوس ہے اور ندامت ہے بچوں کے لئے مکتب کھولنے کی تجویز ابھی اس لئے پوری نہ ہو سکی کہ محکمہ کسٹوڈین کو بار بار یاد دلانے کے باوجود علی منزل کا بیرونی حصہ مصنف کے ارباب ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔

مجھے جہاں انجمن کی جانب سے دلی والوں کی بے اعتنائی کا شکوہ ہے وہاں اس پر مسرت ہے اور فخر بھی کہ ارباب حکومت نے دلی شاخ کی اس وقت تک ہر طرح حوصلہ افزائی کی ہے اس سلسلے میں جناب شنکر پرشاد صاحب چیف کمشنر دہلی کا شکریہ کرنا میں ضروری سمجھتی ہوں جن کی نظر کرم کی بدولت صوبائی محکمہ تعلیم نے ہماری شاخ کو ایک ہزار کی رقم ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۵۲ع کو عطا کی۔ ہم نے ستمبر سنہ ۱۹۵۱ع میں دو ہزار سالانہ کے لئے درخواست دی تھی۔ مجھے امید ہے کہ اس سال ہم کو حکومت دہلی دو ہزار سالانہ کے حساب سے رقم عنایت کر کے اردو نوازی کا ثبوت دے گی۔ مرکزی حکومت کے محکمہ تعلیم نے بھی ہماری گزارش پر مرزا غالب اور لائبریری بنانے کا اعلان کر دیا ہے۔ غالباً ۱۵ فروری کو مرزا صاحب کی برسی کے ساتھ ساتھ ان کے مزار کی تعمیر شروع ہو جائے گی اور انجمن ترقی اردو ہند شاخ دہلی کی کوشش سے اس عظیم فن کار کا مزار بن جائے گا جس پر ہندوستان اس طرح فخر کرتا ہے جس طرح تاج محل پر۔

ہماری زبان کے مضامین

ہم سے کہا جا رہا ہے کہ زبان کے مسئلہ پر **ہماری زبان** میں جتنے اداریے مضامین شائع ہوئے ہیں انکو اردو اور ہندی رسم الخط میں یکجا چھاپ دیا جائے اور ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔ **ہماری زبان** کے پڑھنے والوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس کتاب کے صرف ڈھائی سو خریدار بھی ہمکو مل سکتے ہیں۔ اگر مل سکتے ہیں تو یہ کتاب جلد شائع کی جا سکیگی۔ جو حضرات کتاب کے خریدار بنا چاہیں وہ ابھی سے اپنا نام لکھوا دیں تاکہ کتاب کی طباعت سے پہلے ہمیں معلوم ہو جائے کہ کتاب فروخت ہو سکیگی۔ کتاب کی قیمت صرف دو روپیہ ہوگی۔

منیجر

ہماری زبان۔ انجمن ترقی اردو

علیگڈھ

اردو

سردار جعفری

ہماری پیاری زبان اردو
ہمارے نغموں کی جان اردو
حسین و دلکش جوان اردو

زبان وہ ڈھل کے جس کو گنگا کے جل سے پاکیزگی ملی ہے
اودھ کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے جس کے دل کی کلی کھلی ہے
جو شعر و نغمہ کے خلدزاروں میں آج کوئل سی کوکتی ہے

اسی زباں میں ہمارے بچپن نے ماؤں سے لوریاں سنی ہیں
جوان ہو کر اسی زباں میں کہانیاں عشق نے کہی ہیں
اسی زباں کے چمکتے ہیروں سے علم کی جھولیاں بھری ہیں

اسی زباں سے وطن کے ہونٹوں نے نعرۂ انقلاب پایا (۱)
اسی سے انگریز حکمرانوں نے خود سری کا جواب پایا
اسی سے میری جوان تمنا نے شاعری کا رباب پایا

یہ اپنے نغمات پر اثر سے دلوں کو بیدار کر چکی ہے
یہ اپنے نعروں کی فوج سے دشمنوں پہ یلغار کر چکی ہے
ستمگروں کی ستمگری پر ہزار ہا وار کر چکی ہے

کوئی بتاؤ وہ کون سا موڑ ہے جہاں ہم جھجک گئے ہوں
وہ کون سی رزم گاہ ہے جس میں اہل اردو دبک گئے ہوں
وہ ہم نہیں ہیں جو بڑھ کے میدان میں آئے ہوں اور ٹھٹک گئے ہوں

یہ وہ زباں ہے کہ جس نے زنداں کی تیرگی میں دیے جلائے (۲)
یہ وہ زباں ہے کہ جس کے شعلوں سے جل گئے پھانسیوں کے سائے
فرازِ دار و رسن سے بھی ہم نے "سرفروشی" کے گیت گائے (۳)

کہا ہے کس نے کہ ہم اپنے پیارے وطن میں بھی بے وطن رہیں گے
زبان چھن جائے گی ہمارے دہن سے ہم بے سخن رہیں گے
ہم آج بھی کل کی طرح دل کے ستار پر نغمہ زن رہیں گے

یہ کیسی بادِ بہار ہے جس میں شاخِ اردو نہ پھل سکے گی
وہ کیا روئے نگار ہوگا نہ زلفِ جس پر مچل سکے گی
ہیں وہ آزادی چاہئے جس میں دل کی مینا ابل سکے گی

ہمیں یہ حق ہے کہ ہم اپنی خاکِ وطن میں اپنا چمن سجائیں
ہماری ہے شاخِ گل تو پھر کیوں نہ اس پہ ہم آشیاں بنائیں
ہم اپنے انداز اور اپنی زبان میں اپنے گیت گائیں

کہاں ہو متوالو آؤ بزمِ وطن میں ہے امتحاں ہمارا
زبان کی زندگی سے وابستہ آج سود و زیاں ہمارا
ہماری اردو رہے گی باقی اگر ہے ہندوستاں ہمارا

چلے ہیں گنگ و جمن کی وادی میں ہم ہوائے بہار بن کر
ہمالیہ سے اتر رہے ہیں ترانۂ آبشار بن کر
رواں ہیں ہندوستاں کی رگ رگ میں خون کی سرخ دھار بن کر

(۱) "انقلاب زندہ باد" تحریک آزادی کا سب سے مشہور نعرہ اُردو زبان ہی کی دین ہے
(۲) اردو کے سرچشمے ادیب اور شاعر قید فرنگ میں رہ چکے ہیں
(۳) سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
(رام پرشاد بسمل)

انجمن کی خبریں

علاقائی تحریک بڑھے چلو!

(دفتر اردو علاقائی زبان کمیٹی نظر باغ لکھنؤ)

حیات اللہ انصاری صاحب جنرل سکریٹری اردو علاقائی مہم نے اخباروں کو یہ بیان دیا ہے کہ ہمارے دفتر سے اخباروں کو اطلاع بھیجی جا چکی ہے کہ اس وقت کون کون ضلعے دستخطی مہم میں آگے ہیں! لیکن اس بات کی اطلاع دینا بھی ضروری ہے کہ کون کون ضلعے ہیں جو سب میں پیچھے ہیں ذیل میں ان ضلعوں کو ان کے مرتبہ کے اعتبار سے دیا جاتا ہے۔

ضلع	موصول شدہ دستخط	ضلع	حاصل شدہ دستخط
جالون	۱۲۰	الہ آباد	۵۰۷۰
باندہ	۱۲۰	پیلی بھیت	۵۶۳۰
آگرہ	۶۶۰	علی گڈھ	۷۷۳۰
ہمیر پور	۱۰۳۰	ایٹہ	۸۷۰۰
مین پوری	۱۰۳۰	شاہجہاں پور	۹۰۷۱
جھانسی	۱۳۱۰	جونپور	۹۹۳۰
فتحپور ہسوا	۳۰۲۰	بنارس	۱۲۲۰۳
سلطان پور	۲۸۲۰	بدایوں	۱۲۰۹۰
پرتاب گڑھ	۳۷۳۰		
		اٹاوہ	۳۹۰۰

ان مقامات میں سے آگرہ، علی گڈھ، الہ آباد اور بنارس اردو کے مسلمہ مرکزوں میں سے ہیں بدایوں اور شاہجہان پور کی بھی پوزیشن مرکزی ہے اس پر یہ حالت ہے کہ وہاں چار آدمی بھی ایسے نہ نکل سکے جو خود ڈوڑ دھوپ کر کے دستخط حاصل کرتے اگر ایسے چار آدمی دو مہینہ بھی کام کرتے تو ہمیں ۲۲ ہزار دستخط اب تک حاصل ہو چکے ہوتے۔

یہ واضح رہے کہ ان مقامات کو منظم کرنے کی مرکزی دفتر علاقائی زبان سے پوری کوشش کی گئی ہے اب بھی وقت ہے کہ اگر ان مقامات پر پانچ پانچ آدمی کام کرنے پر کمربستہ ہو جائیں اور صرف دو دو گھنٹہ روزانہ دین تو بھی وہ ۲۸ فروری تک ۱۰، ۲۰ ہزار دستخط حاصل کر سکتے ہیں اور اس طرح اپنے ضلع کو کلنک کے داغ سے بچا سکتے ہیں۔ ان مقامات کے جو حضرات بھی مادر اردو کو موت کے منہ سے بچانے کے لئے اپنی تھوڑی سی خدمات کر سکتے ہیں دفتر علاقائی زبان کمیٹی نظر باغ لکھنؤ سے فارم منگالیں۔

بارہ لاکھ دستخط جو اب تک فراہم ہو چکے ہیں ان کی بڑی تعداد اضلاع لکھنؤ میرٹھ مرادآباد، سہارن پور، مظفر نگر، بجنور اور رامپور نے فراہم کی ہے ان مقامات پر ابھی کام جاری ہے اور امید ہے کہ یہاں سے ابھی بہوت کافی دستخط اور ملیں گے۔

آفس سکریٹری اردو علاقائی زبان کمیٹی

اردو کانفرنس علی گڈھ

اردو کانفرنس علی گڈھ کل ہند مندوبین کا مشاورتی اجلاس مزمل منزل میں جناب گوپی ناتھ صاحب امن لکھنوی ڈپٹی اسپیکر دہلی اسٹیٹ کی صدارت میں منعقد ہوا شریک ہونے والے نمائندوں کی تعداد ۷۰ تھی جس میں راجستھان، پٹنہ، بہار، میسور، مدراس، بمبئی، دہلی، مشرقی پنجاب اور یو۔پی کے نمائندگان خصوصیت سے شریک ہوئے صدر مجلس استقبالیہ جناب نواب محمد رحمت اللہ خان شروانی کے صدارتی خطبہ کے بعد جناب نوفی کریمی صاحب نے کانفرنس کی رپورٹ پیش کی آپ کے بعد قاضی محمد عبد الغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے تقریر فرمائی جس کی تائید جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ اور پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی کی بحث میں ڈاکٹر عبد العلیم صاحب، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب، کنگار شاد صاحب الہ آبادی، سید ظہیر الدین صاحب علوی اور جناب فرق کریمی صاحب نے حصہ لیا ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے تحریک پیش کی کہ اجلاس میں جتنے احباب موجود ہیں ان ہی کو مجلس استقبالیہ کا ممبر قرار دیا جائے اور ان ہی میں سے صدر سکریٹری اور خازن کا انتخاب کر لیا

جائے جس کی تائید صدر جلسہ اور قاضی محمد عبدالغفار صاحب نے فرمائی۔ غلام سرور صاحب ایم۔اے ایڈیٹر اخبار ساتھی پٹنہ و بہار سکریٹری ریاستی انجمن ترقی اردو نے تحریک پیش کی کہ مجلس عاملہ کے ممبران مقامی ہونے چاہئیں جس کی تائید جناب کوپی ناتھ صاحب امن اور ساحر صاحب ہوشیارپوری نے کی۔

طے پایا کہ کانفرنس علی گڈھ میں ہونی چاہئے تاریخ کا اعلان مجلس عاملہ جلد کرے گی۔ حسب ذیل حضرات کا انتخاب عمل میں آیا:-

(۱) عالی جناب نواب محمد رحمت اللہ خاں صاحب شروانی (صدر)
(۲) جناب فوق کریمی صاحب (سکریٹری)
(۳) جناب چودھری محمد سلطان صاحب (سکریٹری)
(۴) پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی (خازن)

ممبران مجلس عاملہ:-

(۱) قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند
(۲) ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب چیرمین شعبہ عربیہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
(۳) خورشید الاسلام صاحب
(۴) ممتاز حیدر صاحبہ پرنسپل مسلم گرلس کالج علی گڈھ
(۵) سید ظہیر الدین صاحب علوی رجسٹرار جامعہ اردو
(۶) مولانا خیر بہوروی صاحب نمائندہ خصوصی انجمن ترقی اردو ہند
(۷) فضل الرحمن صاحب بی۔اے ایل ایل۔بی وکیل
(۸) محمد ہاشم صاحب قدوائی
(۹) حاجی محمد زبیری صاحب
(۱۰) عزیز حسین صاحب
(۱۱) حکیم آنند سروپ صاحب بسمل

ناظم
شعبۂ نشر و اشاعت
اردو کانفرنس علی گڈھ

بالا پور

انجمن ترقی اردو بالاپور کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت جناب سید شریف الاسلام صاحب شریف نقشبندی ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۵۳ ع بعد نماز جمعہ منعقد ہوا جس میں خطیب خان بہادر مرزا رحمان بیگ صاحب مرحوم کی رحلت پر اظہار رنج کیا گیا۔ اور ان کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

گلاوٹھی

۲۶ جنوری سنہ ۱۹۵۳ ع کی شب کو یوم جمہوریہ ہند کی خوشی میں اردو انجمن کی جانب سے مفید عام جونیر ہائی اسکول میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر امر سنگھ صاحب ایک جنرل مشاعرہ منعقد ہوا جس میں مقامی و بیرونی شعراء نے کافی تعداد میں شرکت کی۔

غازی پور

اردو علاقائی زبان کی دستخطی مہم کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں لکھنو دفتر کی ہدایت پر سید وقار علی صاحب نقوی، محمد عزیز الحسن صاحب صدیقی، کارکن اعلیٰ اردو علاقائی زبان تحریک ضلع غازی پور کے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق ضلع میں دورہ فرما رہے ہیں۔

ہر جگہ سے محبان اردو اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

امید ہے کہ نمائندہ موصوف کے دورہ کا اثر بہت اچھا پڑے گا۔ اور انشاءاللہ وقت معین کے اندر ہی اندر دستخط شدہ فارموں کی کافی تعداد لکھنو دفتر کو پہنچ جائیگی۔

جمیعۃ العلماء ضلع غازی پور نے اس مہم کو کامیاب بنانے میں اپنے پورے ذرائع اور وسائل کو نہایت فراخدلی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ہر نقطۂ خیال کے لوگ اس مہم کے ساتھ اظہار ہمدردی کر رہے ہیں۔

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے مدد و دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔